تخلیقی ادراک اور کہانی کا باہمی تعلق: ایک فلسفیانہ نقطہ نظر
THE INTERRELATION OF CREATIVE PERCEPTION AND STORY: A PHILOSOPHICAL PERSPECTIVE

ڈاکٹر اسد محمود خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر ، صدر شعبہ اردو/بین الاقوامی تعلقات، منہاج یونیورسٹی لاہور

assadphdir@gmail.com

Corresponding Author: *

Received	Revised	Accepted	Published
25 November, 2024	25 December, 2024	10 January, 2025	17 January, 2025

ABSTRACT

The relationship between creative perception and storytelling is a profound concept that explores how individuals express the world through creative processes. This philosophical perspective examines how human perception shapes narratives and how stories, in turn, influence our view of reality. Creative perception, the ability to see beyond the ordinary, plays a crucial role in storytelling by transforming raw experiences into meaningful narratives. Philosophers argue that stories are not just reflections of external events but are closely tied to human consciousness. The study of this connection reveals how creative perception shapes narrative structures, characters, and themes, offering new interpretations of the world. Storytelling thus becomes a vehicle for exploring reality, identity, and the human experience, providing deep insights into how we construct and understand our world. This study aims to examine the complexities of this connection and its implications for creativity and storytelling.

KeyWords: *creative perception, storytelling, philosophy, human consciousness, narrative creation, imagination, reality.*

INTRODUCTION

تخلیقی ادراک اور کہانی کے باہمی تعلق کا مفہوم ایک گہرا اور کثیرالجہتی تصور ہے جو اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ افراد تخلیقی عمل کے ذریعے دنیا کو کس طرح دیکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ یہ فلسفیانہ نقطہ نظر اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ کس طرح انسانی ادراک کہانی تخلیق کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور کہانیاں کس طرح ہماری حقیقت کو دیکھنے کے انداز کو متاثر کرتی ہیں۔ تخلیقی ادراک، جو عام مشاہدے سے آگے دیکھنے کی صلاحیت ہے، کہانی کہنے کے عمل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ یہ خام تجربات اور مجرد خیالات کو ہم آہنگ اور بامعنی بیانیوں میں تبدیل کرتا ہے۔ فلسفیوں کا کہنا ہے کہ کہانیاں صرف بیرونی واقعات کی عکاسی نہیں کرتی بلکہ یہ انسانی شعور کے داخلی عمل سے گہرے طور پر جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس تعلق کا فلسفیانہ مطالعہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ تخلیقی ادراک کہانیوں کے ڈھانچوں، کرداروں اور موضوعات کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔ یہ باہمی تعلق ادراک، تخیل اور کہانی کہنے کے درمیان ایک متحرک تبادلے کو ظاہر کرتا ہے، جس میں ذہن کی تخلیقی صلاحیتیں دنیا کو نئے زاویوں سے دیکھنے کے لئے دوبارہ ترتیب دیتی ہیں، اور نئی تشریحات اور سمجھ بوجھ فراہم کرتی ہیں۔ اس طرح، کہانی سنانے کا عمل حقیقت، شناخت اور انسانی تجربے کی دریافت کے لئے ایک وسیلہ بن جاتا ہے، جو ہمیں ہماری دنیا کو تخلیق کرنے اور سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ مطالعہ اس تعلق کی پیچیدگیوں کو جانچنے اور فلسفیانہ نقطہ نظر سے تخلیقی صلاحیت اور کہانی کہنے کے عمل کو سمجھنے کے لئے ہے۔

کلیدی الفاظ : تخلیقی ادراک، کہانی، فلسفہ، انسانی شعور، تخلیق، تخیل، حقیقت

تخلیقی ادراک اور کہانی کا باہمی تعلق: ایک فلسفیانہ نقطہ نظر:

تخلیقی ادراک ایک نہایت گہرا اور پیچیدہ عمل ہے جس میں انسان اپنے ماحول، تجربات، خیالات اور جذبات کو نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ انہیں ایک نیا روپ دینے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ یہ عمل صرف فنی یا تخیلاتی سطح پر نہیں ہوتا، بلکہ یہ انسان کے ذہنی اور نفسیاتی عمل کا حصہ بن کر اس کی سوچ، احساسات اور اقدار کو متاثر کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی معمول کی حقیقت سے باہر نکل کر

پہنچاتا ہے، جو اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو مزید اجاگر کرتا ہے۔

تخلیقی ادراک کا عمل فرد کو ایک نئی حقیقت کی جانب لے جاتا ہے جو نہ صرف اس کی ذاتی ترقی کا باعث بنتا ہے بلکہ وہ اس کے معاشرتی اور ثقافتی سطح پر بھی اثرات مرتب کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک انسان کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور اس کی سوچ میں تنوع پیدا کرتا ہے۔ جب انسان تخلیقی طور پر دنیا کو دیکھتا ہے، تو وہ اپنی روایات، اقدار اور مفاہمتوں کو نظر انداز کرکے نئی حقیقتوں کو دریافت کرتا ہے۔ اس عمل میں فرد کی تخلیقی صلاحیتیں اس کے اندر کی سوچ کو ایک نیا رنگ دیتی ہیں، جس سے وہ اپنے خیالات کو نئے زاویوں سے بیان کرتا ہے۔ اس تخلیقی عمل کے ذریعے انسان نئی دریافتوں کو جنم دیتا ہے اور وہ عالمی سطح پر اپنے خیالات اور تصورات کو دوسرے افراد تک پہنچاتا ہے۔ یہ تخلیقی عمل انسان کو اپنی حدود سے باہر لے جا کر دنیا کی حقیقتوں کو ایک نئے انداز میں دیکھنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے۔ جب انسان تخلیقی طور پر نئے زاویوں سے سوچتا ہے، تو وہ دنیا کے مسائل کو نئے حل کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس عمل کے ذریعے وہ نہ صرف اپنی دنیا کو بہتر سمجھتا ہے بلکہ وہ دنیا کو بھی اپنی تخلیقات کے ذریعے نئے معنی فراہم کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کا یہ عمل معاشرتی سطح پر نئی تبدیلیوں کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ یہ فرد کو اپنی سوچ بدلنے کی ترغیب دیتا ہے، جس سے سماج میں نیا نقطہ نظر اور نئی تخلیقات جنم لیتی ہیں۔

تخلیقی ادراک پر رجنیش آچاریہ اوشو لکھتے ہیں :

"تخلیقی خیالات ایسے ماحول میں پروان چڑھتے ہیں جو تفریح کے ساتھ کام میں توازن رکھتے ہیں، بے ساختہ اور تعاون کے ذریعے اختراع کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اگرچہ طے شدہ اہداف بہت اہم ہیں، البتہ تحسین و تعبیرکو جگہ دینے سے آزادی کے احساس کو فروغ ملتا ہے، جس سے نئے تناظر اور کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔ کام کی جگہ پر تفریح پیداواری صلاحیت کو کمزور نہیں کرتی۔ یہ تخلیقی صلاحیتوں اور مسائل کو حل کرنے میں اضافہ کرتا ہے۔)"2(

موریس مرلیو پونٹی، "ادراکی شناخت" میں لکھتی ہے :

"تناؤ اور فکر مسائل کا حل نہیں نکالتے؛ بلکہ یہ تخلیقی صلاحیتوں کو روکتے ہیں اور آپ کو حل پر سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔ جب آپ ذہنی دباؤ کا شکار ہوں، تو مسائل کے حل کو تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ دماغ پریشانیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ ہر مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے، لیکن اس حل کو ڈھونڈنے کے لیے ایک پُرسکون اور مرکوز ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔)"3(

تخلیقی ادراک کا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ صرف فرد کی ذاتی تسکین یا ترقی کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ یہ معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیوں کا باعث بھی بنتا ہے۔ جب انسان تخلیقی طور پر دنیا کو دیکھتا ہے اور اپنی حقیقتوں کو نیا رنگ دیتا ہے، تو وہ نہ صرف اپنے ذاتی احساسات کو بیان کرتا ہے بلکہ یہ عمل سماج کی ترقی میں بھی کسی نئے زاویہ نظر سے دیکھنا شروع کرتا ہے۔ اس میں وہ نہ صرف اپنی ذاتی حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ ان حقیقتوں کو نئی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنے اندر کی دنیا کو باہر کی دنیا میں منتقل کرتا ہے تاکہ دوسروں تک بھی ان کی حقیقتیں پہنچ سکیں۔ تخلیقی ادراک میں فرد کے خیالات کی تشکیل، ان کا استدلال اور اس کا اظہار شامل ہوتا ہے، جو کہ اس کی فنی یا علمی تخلیقات کا حصہ بن کر ایک نیا تصور پیش کرتا ہے۔ ایک تخلیقی فرد اپنے ماحول اور مشاہدات کو ایک نئی حقیقت میں ڈھالتا ہے، جو نہ صرف اس کی ذاتی تسکین کا باعث بنتا ہے بلکہ وہ اس عمل کے ذریعے دنیا کو ایک نیا زاویہ نظر بھی فراہم کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کے ذریعے انسان کسی بھی حقیقت کو صرف تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسے نئے تجربات کے ذریعے ایک نئی زندگی دیتا ہے، جو نہ صرف اس کی ذات کے لیے بلکہ اس کی ثقافت اور معاشرت کے لیے بھی نیا ہوتا ہے۔

حسن عسکری ، "تخلیقی عمل اور اسلوب" میں رقمطراز ہیں:

"تخلیقی ادراک ہر سوچ کو نئی حقیقت میں ڈھال کر انسانی تجربے کو بڑھاتا ہے، جیسے ہم ہر دن ایک نئی کہانی شروع کرتے ہیں۔ یہ عمل نہ صرف ہمارے خیالات کو نئی شکل دیتا ہے بلکہ ہماری سمجھ کو بھی وسیع کرتا ہے۔ جب ہم تخلیقی ادراک کے ذریعے اپنے خیالات کو کہانی میں بدلتے ہیں، تو یہ ایک نیا زاویہ پیدا کرتا ہے جس سے ہمارا تجربہ اور دنیا کے ساتھ تعلق مزید گہرا ہوتا ہے۔)"1(

تخلیقی ادراک کے عمل میں فرد کی ذاتی حقیقتوں کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ انسان کے خیالات، تجربات، اور احساسات اس کی تخلیقی صلاحیتوں کی بنیاد بنتے ہیں۔ یہ ان تجربات کا مجموعہ ہوتا ہے جسے فرد اپنے مخصوص طریقے سے دیکھتا ہے اور اس میں کوئی نیا مفہوم یا حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کے عمل میں انسان اپنے تجربات کو صرف باہر کی دنیا میں نہیں ڈھالتا بلکہ ان کا تجزیہ بھی کرتا ہے تاکہ ان میں پوشیدہ ممکنات کو دریافت کر سکے۔ یہ عمل فنی تخلیقات سے ہٹ کر بھی زندگی کے ہر پہلو میں دکھائی دیتا ہے، چاہے وہ سائنسی تحقیق ہو یا سماجی تبدیلی۔ سائنسدانوں کی تخلیقی صلاحیتیں اسی ادراک کا نتیجہ ہوتی ہیں جب وہ نئے تجربات سے حاصل ہونے والی معلومات کو نئے زاویوں سے دیکھ کر نئی دریافتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح، مصنف اور فنکار بھی اپنے تجربات کو نئے انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ دنیا کے سامنے اپنی تخلیقی حقیقت پیش کر سکیں۔ تخلیقی ادراک میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ یہ نہ صرف فرد کے ذاتی تجربات کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کو ایک نیا نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔ جب ایک تخلیقی فرد اپنے خیالات کو نئے طریقے سے پیش کرتا ہے، تو وہ نہ صرف اپنے احساسات کو بیان کرتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے خیالات، نظریات اور تجربات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اس عمل کے ذریعے انسان اپنی ذاتی دنیا کو کھول کر دوسروں تک

ایک طرف ہمارے گرد و پیش ماحول اور ماحول میں ہونے والی تبدیلیوں کا واسطہ یا بالواسطہ اثر، خیال کو جنم دیتا ہے جس کے ایک کنارے پر تخلیق کار اور دوسرے پر تخلیق خود کا وجود کھوجنے ، سوچنے اور سنوارنے کی کوشش میں سرگرداں دکھائی دیتی ہے۔ دوسری جانب یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہم ایک کہانی میں ایک کہانی کار ہوتے ہیں۔ بے شک ہمارا سماج بڑے کینوس کی ایک کہانی کی قبول صورتی ہے جہاں فرد ایک ہی وقت میں کہانی کا کردار اور ایک ہی وقت میں کہانی کار بھی ہوتا ہے۔ یعنی کہانی، سماج کی کڑی ہے جو ہر بدلتے لمحے میں تخلیق سے گزرتی ہے البتہ کبھی تخلیق کار کہانی کا کشٹ سہتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی کہانی تخلیق کار پر کشف کھولتی ہُوئی دکھائی دیتی ہے۔ بہر طور دونوں صورتوں میں تخلیقی عمل کا حظ ، تخلیق، تخلیق کار اور قاری کے لیے موجود ہوتا ہے۔

تخلیقِ کائنات کے ساتھ جو پہلی شے توجہ اور کشش کا سبب بنی، وہ کہانی اور کہانی کار تھا۔ انسانی تخلیق کی پہلی خواہش پر اُتری خاموشی اور انہماک کی وجہ بھی کہانی بنتی ہے ، یُوں فطری طور پر کہانی کی جڑت، انسانی رویوں میں شامل ایک غالب رویے جیسی ہے جو زمینوں، زمانوں کی مسافت و مسافرت سنبھالے کہانی در کہانی اور کہانی کار در کہانی کار منتقل ہوتی چلی جاتی ہے جس کا سفر ہنوز جاری بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ یہ بھی حقیقت دکھائی دیتی ہے کہ جب انسان نے سننے، کہنے یا سہنے کے تجربے کی صورت گری کی کوشش کی ہو گی تو زبان و بیان کی کسی بھی صورت میں یقیناً کہانی کی پہلی صورت گھڑی ہو گی۔ کہانی کی ایسی صورت کے بارے میں پروفیسر ظہور الدین رقمطراز ہیں:

’’کہانی کاری، ایک تخلیقی صنف ہے جس کا مقصدتجربات،کیفیات، جذبات اور واقعات کو منطقی اور منظم انداز میں پیش کرنا اور قاری کے مخصوص جذباتی ردعمل کو جنم دینا اور انہیں دکھائے گئے تجربات اور واقعات کی مسافت میں شامل کرنا ہے جو ایک لامحدودمسرت سے بھرپور ہوگا۔)‘‘5 (

بے شک باطن میں جاگنے والے کردار کی اَن کہی کہانیوں کا ادراک تخلیق کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے لیکن اِن اَن کہی کہانیوں کو سہنے اور کہنے کا عمل ، دراصل تخلیقی عمل کہلاتا ہے جو ایک طرف برداشت کی اذیت سے نجات دلاتا ہے تو دوسری جانب کہانی کے زندہ وجود سے مکالمے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ مایا اینجلو ایک جگہ لکھتی ہے کہ اپنے اندر ایک ان کہی کہانی کو برداشت کرنے سے بڑی کوئی اذیت نہیں ہے۔ (6) جب کہ کہانی کے تخلیقی عمل اور کہانی کار کے تخلیقی عمل کے مشقتی حظ بارے ارنسٹ ہیمنگوے رقمطراز ہے کہ تخلیق کچھ نہیں ہے، بس آپ ایک ٹائپ رائٹر پر بیٹھ کر خون بہاتے ہیں۔(7)

کہانی کی پہلی شکل قصہ اور تبدیلی مدارج کے سفر کی پہلی سیڑھی داستان کہی جاتی ہے۔ کہانی اور قصہ گوئی کا معاملہ انسانی تخلیق اور ترویج جتنا قدیم دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ اول اول کہانی اور قصے کی شروعات کو یونانی اور قدیم مصری تاریخ سے کشید کیا جاتا ہے۔ فنِ داستان گوئی نے جہاں کہانی کے انداز و اطوار میں پہلی اصلاح متعارف کروائی وہاں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ تخلیقی ادراک کے ذریعے انسان اپنی فکری صلاحیتوں کو نئے زاویوں سے دیکھتا ہے اور اس کے ذریعے وہ دنیا کو ایک نئی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کی یہ صلاحیت انسان کو نہ صرف اپنی ذاتی حقیقتوں کو دنیا تک پہنچانے کا موقع فراہم کرتی ہے بلکہ یہ سماج میں موجود مسائل کو نئی فکر اور تجزیے کے ساتھ حل کرنے کے امکانات بھی فراہم کرتی ہے۔ اس طرح، تخلیقی ادراک انسان کو نہ صرف اپنے اندر کی دنیا کو سمجھنے اور اس کا اظہار کرنے کا موقع دیتا ہے بلکہ اس کے ذریعے سماج اور ثقافت میں بھی ایک تبدیلی کی لہر پیدا ہوتی ہے۔جب فرد اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، تو یہ صرف ایک فرد کی ذاتی تخلیق نہیں رہتی بلکہ یہ سماج کی اجتماعی حقیقت کا حصہ بن جاتی ہے۔ تخلیقی عمل کا یہ پہلو معاشرتی سطح پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے کیونکہ فرد کے خیالات اور تخلیقات اس کے معاشرتی ماحول، ثقافت اور تاریخ سے جڑے ہوتے ہیں۔ جب ایک فنکار یا مصنف اپنے خیالات اور تجربات کو فنون یا ادب کے ذریعے پیش کرتا ہے، تو اس کی تخلیق سماج کی مجموعی فکری اور ثقافتی حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی طرح، تخلیقی ادراک کے ذریعے انسان نئی روشنی ڈالتا ہے اور اپنے معاشرتی اور ثقافتی ماحول کو ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ یہ عمل ایک طرح سے سماج کی فکری بیداری کا سبب بنتا ہے اور افراد کو اپنے ماحول کے بارے میں نئے زاویے سے سوچنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ادبی سماجیت اور تخلیقی اظہاریے کے تعلق کو ڈاکٹر محمد حسن یوں بیان کرتے ہیں:

"ادب کا مطالعہ محض سماج کی عکاسی کے طور پر نہیں کیا جاتا، بلکہ اس میں معاصر مسائل، زندگی کی بدلتی ہوئی اقدار، ذوقِ سلیم کی نئی جہتیں اور ان کے پیچھے چھپے محرکات کو بھی دریافت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی، بیان کے نئے انداز اور تکنیکی ترقیات بھی اسی تناظر میں شامل ہیں۔)" 4(

تخلیقی ادراک نہ صرف اپنے معاشرتی، ثقافتی اور فکری ماحول کو سمجھنے میں معاون ہے بلکہ یہ عمل باطنی تبدیلیوں کی ایک نئی لہر کا سبب بھی بنتا ہے۔ تخلیق کار جب اپنے خیالات اور جذبات کو فن یا ادب کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، تو وہ نہ صرف ایک نئے تصوّر کو جنم دیتا ہے بلکہ وہ معاشرتی تبدیلیوں کی بنیاد بھی رکھتا ہے۔ تخلیقی صلاحیتیں فرد کی ذاتی ترقی کا ذریعہ تو بنتی ہی ہیں، لیکن یہ سماج میں تبدیلی لانے کا ایک طاقتور ذریعہ بھی ہوتی ہیں۔ ہر تخلیق ایک نیا پیغام، ایک نیا نقطہ نظر اور ایک نیا تاثر اپنے اندر رکھتی ہے جو معاشرتی سطح پر ایک گہرے اثر کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف انسان کی ذاتی دنیا کو سمجھا جا سکتا ہے بلکہ سماج میں بھی نئے خیالات، نظریات اور تبدیلیاں جنم لے سکتی ہیں۔ اس طرح، تخلیقی ادراک کا عمل فرد کی ذاتی تخلیقات سے بڑھ کر معاشرتی، ثقافتی اور فکری تبدیلیوں کی طرف بڑھتا ہے جو دنیا کو ایک نیا رخ دیتی ہیں اور انسانی ترقی کے لئے اہم سنگ میل ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

کا وہ آئینہ ہے جس میں انسان کے جذبات، خیالات، اور تجربات نئی شکل میں نظر آتے ہیں۔ تخلیق کار جب اپنی کہانی کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی داخلی دنیا کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کو نئی حقیقتوں کا شعور بھی بخشتا ہے۔ کہانی میں تخلیقی ادراک کا اظہار ایک خود مختار حقیقت بنتا ہے جس سے نہ صرف فرد کی شخصیت اور سوچ کو سمجھا جا سکتا ہے بلکہ یہ ایک فلسفیانہ تحریک کا آغاز بھی بنتی ہے۔

کہانی اور تخلیقی ادراک کا فلسفیانہ تعلق نہایت پیچیدہ اور گہرا عمل ہے جو انسان کے ذہن، جذبات، اور تجربات کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کا مفہوم صرف نیا مواد پیدا کرنے تک محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کی اندرونی حقیقتوں کو باہر کی دنیا میں منتقل کرنے کا عمل ہے۔

جب تخلیق کار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی موجودہ حقیقتوں کو نیا رنگ دیتا ہے بلکہ اپنی موجودگی کے مقصد کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، معروف اردو کہانی کار کرشن چندر کی کہانیوں میں انسان کی داخلی حالتوں اور جذبات کی عکاسی ملتی ہے۔ وہ اپنی کہانیوں میں انسان کے اخلاقی اور جذباتی تضادات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ قاری کو نہ صرف کہانی کی حقیقت سے ہم آہنگی محسوس ہوتی ہے بلکہ وہ اس میں موجود فلسفیانہ سوالات پر بھی غور کرتا ہے۔ تخلیقی صلاحیتیں اس وقت کہانی میں نیا رنگ بھرتی ہیں جب تخلیق کار اپنے تجربات اور سوالات کو نئی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کا عمل نہ صرف تخلیق کار کے لیے بلکہ قاری کے لیے بھی ایک نیا فکری افق کھولتا ہے۔ اس کے ذریعے کہانی ایک پل کا کام کرتی ہے جو تخلیق کار کی داخلی حقیقتوں اور خارجی حقیقتوں کو جوڑ کر ایک نیا نظریہ پیش کرتی ہے۔ اس عمل میں تخلیقی ادراک کا اثر تب زیادہ گہرا ہوتا ہے جب کہانی میں انسان کے فطری سوالات اور اس کے داخلی تجربات بیان کیے جاتے ہیں۔

کہانی کا نفسیاتی جہان کھولتے ہوئے ایس۔ اشرف الدین لکھتے ہیں:

"افسانہ انسانی نفسیات کا عکس ہے، جو ہمارے اندرونی جذبات اور خیالات کو نئی شکل دیتاہے۔ یہ کہانیاں ہمارے ذہن کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ ہر افسانہ ہمارے وجود کے مختلف پہلوؤں کی گہرائی میں جھانکتا ہے اور ہمارے احساسات کی حقیقت کو اجاگر کرتا ہے۔)"9(

کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل اس وقت شروع ہوتا ہے جب تخلیق کار اپنے ماحول اور تجربات کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے۔ اس عمل میں تخلیقی صلاحیتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں کیونکہ تخلیق کار ان تجربات کو اپنے فنی اظہار کے ذریعے نیا رنگ دیتا ہے۔ تخلیق کار کا ذہنی ارتقا اور اس کے فلسفیانہ سوالات کہانی کی شکل میں حقیقت بن کر سامنے آتے ہیں، جو اس کے داخلی اور خارجی تجربات کا امتزاج ہوتے ہیں۔ کہانی میں اس طرح کے سوالات کی موجودگی تخلیقی ادراک کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے

کہانی کے ارتقائی مراحل کی داغ بیل بھی رکھی جس نے آگے چل کر نثری اصنافِ سخن میں اپنی اپنی الگ پہچان متعارف کروائی۔ مصری سرزمین کے ساتھ ساتھ قصہ، داستان اور کہانی کی دوسری بڑی جنم بھومی، ہندوستانی زمین کو سمجھا جاتا ہے جہاں قدیم ہندی ویدی ادب میں کئی کہانیاں مل جاتی ہیں۔ البتہ! باقاعدہ داستان گوئی کے مکمل لوازمات کا حامل ادبی شاہ پارہ ملا وجہی کا 'سب رس' مانا جاتا ہے جب کہ دیگر اہم داستانوں میں قصہ گل و ہرمز، داستان امیر حمزہ ، توتا کہانی، سنگھاسن ابتدائی ادوار کی کامیاب کہانیوں کی شکل سمجھی جاتی ہیں۔ کہانی، قصے اور داستان کے دور سے باہر نکلی تو ناول اور افسانہ کی صورت نئی روایت کا دامن پھیلا رہی تھی۔

کہانی کے بدلاؤ اور سفر بارے ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں :

"اردو ادب میں تذکرہ نویسی ، تنقیدی روایت، داستان گوئی اور قصہ گوئی کی جگہ کہانی کاری، ناول نگاری اور مختصر افسانہ نگاری جیسی نئی ادبی اصناف نے حاصل کرلی ہے جو پہلی بار ایک ایسے مقام پر پہنچی ہے جہاں عالمی ادبی روایت و رجحانات کے ہم آہنگ ہونے کی خواہش پوری ہوتی ہے۔)"8(

تخلیقی ادراک اور کہانی کے درمیان گہرا تعلق ہے جو نہ صرف انسانی ذہن کی پیچیدگیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ ان کے باہمی رشتہ کے ذریعے انسانی تجربات، جذبات اور خیالات کو ایک نیا اظہار ملتا ہے۔

تخلیقی ادراک، جو انسان کی داخلی دنیا کو باہر کی دنیا میں منتقل کرنے کا عمل ہے، اس میں انسان اپنی سوچ اور احساسات کو ایک خاص ترتیب اور نظریہ کے تحت بیان کرتا ہے۔ کہانی، جو ایک مخصوص فن اور اظہار کی صورت ہے، تخلیقی ادراک کا اہم ذریعہ بن کر ان احساسات اور تجربات کو شکل دیتی ہے۔ فلسفیانہ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کہانی انسان کی داخلی حقیقتوں کو بیرونی دنیا تک پہنچانے کا سب سے طاقتور اور گہرا ذریعہ ہے، جس کے ذریعے تخلیقی ادراک نہ صرف فرد کی ذات کو بلکہ پورے سماج کو متاثر کرتا ہے۔ جب کہانی تخلیقی ادراک کا مظہر بنتی ہے، جو فرد کی داخلی دنیا کے تاثرات، احساسات اور خیالات کو ایک مکمل اور معنی خیز شکل دیتی ہے۔

اس عمل میں نہ صرف تخلیق کار کی ذاتی حقیقتوں کا اظہار ہوتا ہے بلکہ وہ ان حقیقتوں کو ایک ایسی شکل میں دنیا کے سامنے لاتا ہے جو دیگر افراد کے ذہنوں میں نئے سوالات اور خیالات کی گونج پیدا کرتی ہے۔

کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل اس وقت شروع ہوتا ہے جب کوئی تخلیق کار اپنے ماحول اور تجربات کو نئے انداز میں دیکھتا ہے۔ یہ ایک تخیلاتی عمل ہے جس میں مصنف یا فنکار اپنے خیالات اور جذبات کو ایک مخصوص ترتیب میں لاتا ہے تاکہ وہ اپنے نظریات کو سامنے لا سکے۔ اس عمل میں تخلیقی ادراک کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ فرد کو ایک نئی حقیقت کی طرف لے جاتا ہے، جہاں وہ اپنی داخلی دنیا کو کہانی کے ذریعے ایک نیا رنگ دیتا ہے۔ کہانی میں فرد کی تخلیقی ادراک کا اظہار اس کی دنیا کو ایک نیا تصور فراہم کرتا ہے اور اس کے ذریعے انسان اپنے تجربات کو دیگر افراد تک پہنچا سکتا ہے۔ کہانی تخلیقی ادراک

اس کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل ایک گہرے فلسفیانہ سوالات کے اظہار کے طور پر سامنے آتا ہے، جس میں انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی کے مسائل کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ منٹو نے اپنے کرداروں کے ذریعے یہ سوالات اٹھائے ہیں کہ انسان اپنے ذہنی اور جسمانی قید سے کس طرح آزاد ہو سکتا ہے، اور اس کے جوابات کہانی کے پلاٹ اور کرداروں کے عمل میں تلاش کیے جاتے ہیں۔

کہانی اور فلسفہ کی باہمی تعلق داری کے بارے میں آرنسٹ ہیمنگوے لکھتا ہے:

"افسانہ فلسفہ ہے جو پردے میں چھپ کر آتا ہے، کہانوں کے دھاگے میں گہری سچائیوں کو بُنتا ہے، جہاں ہر کردار اور واقعہ انسان کی حالت کے بارے میں ایک گہری سمجھ بوجھ کی عکاسی کرتا ہے۔)"10(

البرٹ کیموس رقمطراز ہے:

"ایک اچھا افسانہ صرف ایک کہانی نہیں ہوتی، بلکہ ایک فلسفیانہ سفر ہے جو ہمارے عقائد کو چیلنج کرتا ہے، ہماری اخلاقی رہنمائی کو دریافت کرتا ہے اور ہمیں وجود کی پیچیدگیوں کا سامنا کرنے میں مدد دیتا ہے۔)"11(

عین اسی طرح، کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل قاری کو ایک نئی حقیقت سے روشناس کراتا ہے۔ جب تخلیق کار اپنی کہانی کے ذریعے دنیا کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے، تو وہ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ پورے سماج کو نئے فکری خیالات سے آشنا کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کا یہ عمل کہانی میں ایک نئی حقیقت کو جنم دیتا ہے، جو انسان کے وجودی سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کہانی کا ایک فلسفیانہ پہلو ہے جس میں تخلیق کار کی ذہنی جستجو کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے انسان کو ایک نئی حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر،ا حمد ندیم قاسمی کی کہانیاں "خوابوں کا سفر" اور "دنیا اور دوزخ" میں انسان کے داخلی اور خارجی سوالات کی گہرائی میں جا کر اس کے فلسفیانہ پہلو کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کہانیوں میں انسان کی جدوجہد، سوالات اور اس کے ذہنی ارتقا کا عمل اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو ایک نیا زاویہ نظر ملتا ہے، جس سے وہ اپنی حقیقتوں کو دوبارہ دریافت کرتا ہے۔

کہانی کے اندر تخلیقی ادراک کے اثرات اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب تخلیق کار اپنے تجربات اور خیالات کو ایک خاص ترتیب میں پیش کرتا ہے۔ اس ترتیب میں کرداروں کے فیصلے، ان کے جذبات اور فلسفیانہ مکالمے تخلیق کار کی تخلیقی صلاحیتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے کہانی نہ صرف تخلیقی اظہار کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ یہ انسان کی اندرونی حقیقتوں کو بھی دنیا کے سامنے لاتی ہے۔ تخلیقی ادراک کے ذریعے کہانی انسان کے داخلی سوالات کو ایک نیا رنگ دیتی ہے اور ان سوالات کے جواب میں ایک نئی حقیقت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس کے ذریعے کہانی ایک نیا فلسفہ اور نیا نقطہ نظر پیش کرتی ہے جو تخلیق کار کے سوالات کا جواب تلاش کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اردو ادب میں مولانا آزاد کی تصنیف "غبار خاطر" میں تخلیقی ادراک کا عمل اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں نہ صرف مولانا کی ذاتی حقیقتیں اور تجربات شامل ہیں بلکہ وہ اپنے فلسفیانہ سوالات کو ایک کیونکہ جب تخلیق کار اپنی حقیقتوں کو کہانی میں منتقل کرتا ہے تو وہ ان تجربات کو حقیقت میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں تخلیقی ادراک ایک پل کا کام کرتا ہے، جو تخلیق کار کی داخلی دنیا اور بیرونی حقیقتوں کو جوڑتا ہے۔ سعادت حسن منٹو کی کہانیاں اس بات کا بہترین نمونہ ہیں۔ منٹو نے ہمیشہ اپنے کرداروں کی اندرونی کشمکش اور سماجی حقیقتوں کو ایک منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کی کہانیوں میں انسان کے نفسیاتی اور اخلاقی سوالات مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور ان سوالات کا جواب کہانی کے ذریعے تلاش کیا جاتا ہے۔ منٹو کے یہاں تخلیقی ادراک کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے کرداروں کے ذریعے ایسے سوالات کو اجاگر کرتا ہے جنہیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ان سوالات کے جوابات کہانی کے عمل میں چھپے ہوتے ہیں۔ اس طریقے سے، کہانی تخلیقی ادراک کا آلہ بنتی ہے جو تخلیق کار کے ذہنی اور فنی سوالات کا جواب تلاش کرتی ہے۔

تخلیقی ادراک کا یہ عمل ، کہانی میں مختلف زاویوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ تخلیق کار کا اپنے کرداروں، کہانی کے پلاٹ اور واقعات کو ترتیب دینا اس کے داخلی سوالات کا عکاس ہوتا ہے۔ ہر کہانی میں تخلیق کار ایک نیا تصور پیدا کرتا ہے، جو نہ صرف اس کی ذاتی حقیقتوں کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ اس کے ذہنی ارتقا کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ کہانی کا پلاٹ اس بات کا مظہر ہوتا ہے کہ تخلیق کار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے ایک سوال کا جواب تلاش کرتا ہے۔ تخلیقی ادراک کا یہ عمل نہ صرف تخلیق کار کو نئے خیالات کی طرف لے جاتا ہے بلکہ یہ انسان کی فطری حقیقتوں کو بھی اجاگر کرتا ہے، جو کہانی کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اردو ادب میں فیض احمد فیض کی شاعری میں بھی تخلیقی ادراک کا یہ عمل دیکھنے کو ملتا ہے۔ فیض نے اپنے اشعار میں سماجی حقیقتوں اور انسان کے داخلی سوالات کو فلسفیانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے اشعار نہ صرف شخصی جدوجہد کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ یہ انسان کے اجتماعی سوالات کا جواب بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل تخلیق کار کی ذہنی جستجو اور اس کی فنی صلاحیتوں کا امتزاج ہوتا ہے، جو کہ کہانی کو ایک نیا رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

کہانی میں تخلیقی ادراک کے ذریعے انسان اپنے وجود اور دنیا کے بارے میں سوالات اٹھاتا ہے۔ یہ سوالات تخلیق کار کی ذہنی جستجو کا نتیجہ ہوتے ہیں، جو کہانی کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔ اس عمل میں کہانی تخلیق کار کے داخلی اور خارجی تجربات کو ایک جگہ جوڑتی ہے۔ تخلیق کار اپنی کہانی کے ذریعے دنیا کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے اور اس کا مقصد صرف فنی اظہار نہیں بلکہ انسان کے فطری سوالات کا جواب تلاش کرنا ہوتا ہے۔ جب کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل شامل ہوتا ہے، تو یہ نہ صرف تخلیق کار کے ذہنی سوالات کو منظرعام پر لاتا ہے بلکہ قاری کو بھی ایک نیا زاویہ نظر فراہم کرتا ہے۔ اردو ادب کی ایک اور مشہور تخلیق، "ٹوبہ ٹیک سنگھ" ہے، جس میں منٹو نے ذہنی بیماری کے شکار افراد کے ذریعے انسان کی حقیقتوں اور سماجی حقیقتوں کو پیش کیا ہے۔

مخصوص ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے قاری کو ایک نیا نقطہ نظر ملتا ہے۔ کہانی میں تخلیقی ادراک کا عمل اس وقت حقیقت بنتا ہے جب تخلیق کار اپنے سوالات کو کہانی کے پلاٹ میں اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ وہ انسانی وجود کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ کہانی کا پلاٹ، اس میں شامل کردار اور ان کے جذبات تخلیقی ادراک کی علامت ہوتے ہیں، جو کہ تخلیق کار کی ذہنی جستجو کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تخلیقی صلاحیتوں کا یہ عمل کہانی کو ایک نیا رنگ دینے کے ساتھ ساتھ اسے انسان کی داخلی اور خارجی حقیقتوں کا ایک منفرد امتزاج بناتا ہے۔

مجموعی طور پر یہ طے ہُوا کہ کہانی میں تخلیقی ادراک کا تعلق صرف فنی اظہار تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک گہرا فلسفیانہ عمل ہے جو انسان کی فطری حقیقت کو اجاگر کرتا ہےکہانی میں تخلیقی ادراک صرف فن کی تخلیق تک محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک فلسفیانہ عمل بھی ہوتا ہے جو انسان کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر کہانی ایک منفرد انداز میں انسان کی فکر اور فلسفے کے سوالات کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہے، جس میں تخلیق کار اپنے اندر کی گہری حقیقتوں کو بیان کرتا ہے۔ منٹو کی کہانی "ٹھنڈا گوشت" میں انسان کی فطری حقیقت اور اس کے داخلی جذبات کو پیش کیا گیا ہے، جو کہ اس کی فطرت اور اس کی پیچیدگیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کہانی میں تخلیق کار نے انسانی جذبات اور اخلاقی اصولوں کے درمیان توازن کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہانی اور تخلیقی ادراک کا یہ باہمی تعلق فلسفیانہ سطح پر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تخلیق صرف فنی عمل نہیں بلکہ یہ ایک ذہنی اور فکری جستجو بھی ہے۔ کہانی تخلیقی ادراک کا وہ مظہر ہے جس میں فرد اپنے داخلی مسائل، جذبات اور تصورات کو زبان دیتا ہے اور دنیا کے سامنے ایک نیا زاویہ پیش کرتا ہے۔ اس عمل میں تخلیق کار اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نئی حقیقتوں کو اجاگر کرتا ہے، جو نہ صرف اس کی ذاتی تسکین کا باعث بنتی ہیں بلکہ سماج کی فکری سطح پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے ذریعے انسان اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے اور کہانی کے ذریعے اسے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، جس سے نہ صرف اس کی ذاتی دنیا کو جانا جا سکتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر بھی ایک نئی فکری تبدیلی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کہانی میں تخلیقی ادراک کی یہ جستجو ایک عالمگیر نوعیت کی ہوتی ہے جو نہ صرف انفرادی سطح پر فرد کی پہچان کا سبب بنتی ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی انسان کی فکری و جذباتی دنیا کو اجاگر کرتی ہے۔ تخلیقی ادراک کے ذریعے انسان اپنے تجربات کو ایک مختلف، جدید اور پر اثر انداز میں پیش کرتا ہے.

حوالہ جات:

1. عسکری، حسن (1989ء)، "تخلیقی عمل اور اسلوب"، مرتبہ: محمد سہیل عمر، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص72۔

2. Osho, Acharya Rajneesh (2011), “Creativity Unleashing the Forces Within”, New York, St. Martin's Publishing Group, p-45.

3. Merleau-Ponty, Maurice (1996), “Phenomenology of Perception”, India, Motilal Banarsidass Publishers (Pvt. Limited), p-62.

4. حسن، ڈاکٹر محمد (1983ء)، "ادبی سماجیات"، نیو دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ص6۔

5. ظہور الدین، پروفیسر(1989ء)، " جموں و کشمیر میں اردو افسانہ"، چنائی ، والنٹ پبلیکیشنز، ، ص1۔

6. Maya Angelou, (2018), “The Secret to Creating Viral Content”, Canada, Matt Kugel Publishers, p. 3.

7. Ernest Hemingway (2013), “Story Without End”, Bloomington, Author House Publishers, p. 173.

8. بیگ، مرزا حامد، ڈاکٹر ،(2005ء) ، "ترجمے کا فن"،دہلی، کتابی دنیا پبلشرز،ص28 ۔

9. اشرف الدین، ایس (2021ء)، "سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں سماجی نفسیاتی حقائق "، پٹنہ، صائمہ پبلی کیشن، ص32۔

10. Hemingway, E. (1952). “The Old Man and the Sea”. New York. Scribner. Publishing Companyp-140.

Camus, A. (1955). “The Myth of Sisyphus” (J. O'Brien, Trans.). Paris: Gallimard. pp. 1-150